

دعبل ہند حضرت ذآخر

ابوالمعارف مولانا سید دلدار علی راز اجتہادی

ماجدہ تھیں۔

دعبل ہند کا نسب اعلیٰ ہے۔ دادھیال اور نانہال دونوں ہی جانب سے تیس پشتوں کے بعد سلسلہ نسب امام دہم حضرت علی النقی علیہ السلام پر منتهی ہوتا ہے۔ شاعری میں دعبل ہند حضرت ذآخر کو اپنے حقیقی ماموں حضرت فآخر ہی سے تلمذ حاصل تھا۔ دعبل ہند حضرت ذآخر نے ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء لکھنؤ میں انتقال فرمایا۔

جب نواب سید اصغر حسین صاحب فآخر زیارت عتبات عالیات کے لئے عراق (کر بلائے معلیٰ) گئے تو اپنے بھانجے کو بھی ہمراہ لے گئے اس وقت دعبل ہند کا سن صرف گیارہ سال کا تھا۔ بعد زیارت سید اصغر حسین صاحب تو لکھنؤ واپس آئے لیکن ذآخر مرحوم کو بغرض حصول تعلیم کر بلائے معلیٰ ہی میں چھوڑ آئے۔ ۱۸ سال تک ذآخر مرحوم کا نظمیں (عراق) میں قیام فرما کر عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کرتے رہے ۲۹ سال کی عمر میں لکھنؤ واپس آئے۔ اردو تو آپ کی مادری زبان ہی تھی عربی و فارسی میں بھی ایک فاضل کی حیثیت رکھتے تھے۔

دعبل ہند کا فارسی کلام اتنا بلند ہوتا تھا کہ جیسے کسی ایرانی شاعر کا ہو سکتا ہے۔ تمام اصناف شعر و ادب عروض و قافیہ وغیرہ پر آپ کو مکمل عبور حاصل تھا۔ غزل، مثنوی، قطعہ، سلام، نوحہ، مرثیہ، بہتر سے بہتر فرماتے تھے بہت زود گو اور پر گو تھے۔ اسی اسی نوے نوے اشعار غزل کے کہتے تھے۔ دو دو ڈھائی ڈھائی سو اشعار کے قصیدے، دو ڈھائی سو بندے کم مرثیہ نہ ہوتا تھا۔ طبیعت مشکل پسند تھی اس لئے آپ کے کلام میں مضامین آفرینی

استاد معظم حضرت ذآخر اعلیٰ اللہ مقامہ اہل علم و ادباء و اساتذہ میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ لیکن قوم کے وہ حضرات اور وہ نوجوان جو ۲۵ سال قبل عالم وجود میں نہیں آئے تھے، ”دعبل ہند“ اور ان کی عظیم شخصیت سے ضرور نا واقف ہوں گے، کیونکہ مرحوم کی وفات ہی کو چالیس سال گزر چکے ہیں۔

نام سید فرزند حسین، تخلص ذآخر تھا۔ موصوف کا اسم تاریخی ”نظیر حسین“ تھا جس سے (بحساب ابجد) ۲۸۸۱ھ سنہ ولادت نکلتا ہے۔ دعبل ہند کے والد سید وارث حسین رئیس وزمیندار روضہ نصیر آباد، ضلع رائے بریلی، تھے۔ حضرت ذآخر کو ان کے کلام کی عظمت و مقبولیت کی وجہ سے اس وقت کے علمائے کرام (جن میں حضرت قدوة العلماء مولانا سید آقا حسن صاحب قبلہ طاب ثراہ شامل تھے) دعبل ہند کا خطاب دیا تھا۔

دعبل ہند کی والدہ محترمہ نواب مولوی سید اصغر حسین صاحب فآخر (رئیس نہ ہی لکھنؤ) کی چھوٹی بہن تھیں، اس طرح دعبل ہند حضرت ذآخر مرحوم فآخر مرحوم کے حقیقی بھانجے تھے۔ دعبل ہند حضرت ذآخر کا عقد فقہ اہل بیت مجتہد اعظم عماد العلماء جناب میر آغا صاحب طاب ثراہ کی منجھلی صاحبزادی سے ہوا، اس طرح آپ مجتہد اعظم کے داماد اور قدوة العلماء مولانا سید آقا حسن صاحب طاب ثراہ کے ہم زلف تھے۔ کیونکہ مجتہد اعظم کی بڑی صاحبزادی حضرت قدوة العلماء سے منسوب تھیں۔ جو حضرت عمدة العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب مرحوم کی والدہ

اور آورد کا حصہ زیادہ ہوتا تھا۔

آپ علم ادب کے مجتہد العصر تھے اختلافی محاورات وغیرہ میں اپنی اجتہادی قوت سے فیصلہ فرماتے تھے جو آپ کے تلامذہ کے لئے ایک نص کی حیثیت رکھتے تھے۔

آپ کے تین بھائی جو سن میں آپ سے چھوٹے تھے۔ ایک شہنشاہ خطابت شمس العلماء مولانا سید سبط حسن صاحب قبلہ پروفیسر مدرسۃ الواعظین اعلیٰ اللہ مقامہ دوسرے مولانا مولوی سید ظفر مہدی صاحب عرف ابن صاحب قبلہ مرحوم مدیر سہیل یمن۔ تیسرے مولوی سید کامل حسین صاحب کامل مرحوم۔ دعبل ہند نے اپنے پسماندگان میں تین صاحبزادے اور ایک دختر علاوہ پوتے، پوتیوں، نواسے، نواسیوں کے چھوڑے۔ سب سے بڑے صاحبزادے مولوی سید محمد صاحب گرامی مرحوم تھے جو اردو فارسی دونوں زبانوں میں بہترین دستگاہ رکھتے تھے اور نہایت خوش گو تھے ان کے کلام میں فارسی تراکیب زیادہ ہوتی تھیں۔ دوسرے لسان الشعراء مولوی سید اولاد حسین صاحب شاعر مرحوم جو تحریر و تقریر دونوں پر عبور رکھتے تھے۔ تاریخ عالم پر عموماً اور تاریخ اسلام پر خصوصاً عبور کامل رکھتے تھے۔ ان کی ذاکری میں بھی تاریخ کا جز زیادہ ہوتا تھا۔ تاریخ ہی سے ربط مصائب بھی ہوا کرتا تھا جو نہایت با اثر و مبکی ہوتا تھا۔ ان کی فی البدیہہ تقریر بھی ایسی ہوتی تھی جیسے مہینوں میں تیار کی گئی ہو۔ تیسرے فرزند حسین شاعر سید ظفر عباس فضل جو موجودہ دور میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ علاوہ مدیر اخبار نظارہ ہونے کے یہ متعدد کتابوں وغیرہ کے مصنف ہیں جو شائع ہو چکی ہیں، خصوصیت سے ان کے نوے بہت مقبول عام ہیں ان کے تلامذہ کی فہرست بھی اچھی خاصی ہے۔ خصوصاً ان کے ہندو شاگردوں کا کلام بہت پسند کیا جاتا ہے جن میں ماتھر صاحب سرفہرست کہے جانے کے قابل ہیں۔ ذاکر صاحب کی صاحبزادی میری بھانجہ رئیس الادباء سید رضی ہدف اجتہادی منشی فاضل ادیب کامل، مولوی عالم مرحوم کی بیوہ ہیں۔ یہ بھی شاعرہ ہیں نوے اور مدحیہ

کلام ان کا پسندیدہ ہوتا ہے کبھی کبھی عزل میں بھی طبع آزمائی کرتی رہتی ہیں۔

حضرت ذاکر مرحوم کا کلام میرے خیال میں پچاس ہزار اشعار پر کم و بیش منہی ہوتا ہے۔ مرحوم ۲۹ رجب کو ہر سال حسینیہ غفرانمآب میں نو تصنیف مرثیہ پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے تلامذہ کی فہرست بہت طویل ہے جس میں ہر مکتب خیال کے حضرات شامل ہیں۔ ان میں سرفہرست بعض علماء اعلام بھی شامل ہیں۔ حضرت عمدة العلماء سید کلب حسین صاحب قبلہ، انتخاب العلماء مولانا مولوی سید سبط محمد ہادی صاحب قبلہ، مولانا محمد بشیر صاحب فاتح ٹیکسلا، مولوی سید محبتی حسن صاحب قبلہ کا مونپوری، اشرف العلماء مولانا سید ابوالحسن صاحب واعظ۔

مرحوم کے بعض ارشد تلامذہ کا نام جو یاد آتا ہے لکھ دیتا ہوں۔ سید محمد گرامی، سید اولاد حسین شاعر، سید ظفر عباس فضل، سید محمد رضی شگفتہ، لذن صاحب بہار، چھبین صاحب گہر، بنے صاحب سحر، و بہر آذخاری، ہر ہائیں میر نواز علی خاں صاحب ناز مرحوم، ہوش بگرامی، اسد درانی، پیارے لال صولت، شام سندر لال قیصر، موہن لال بیدار، واقف، قرار بارہ بنگلوی، تاثیر منشی فاضل، غلام حیدر سیما، ڈاکٹر غلام حیدر بہار (خمار بارہ بنگلوی کے والد)۔ حضرت ذاکر مرحوم اربعین میں خیر پور سندھ مجالس پڑھنے جاتے تھے وہاں آپ کی مرثیہ خوانی بہت مقبول تھی۔

۱۵۱ھ میں لکھنؤ میں انتقال فرمایا۔ میں نے قطعہ تاریخ میں ایک مسدس نظم کیا تھا جس کے آخری بند کی بیت لوح قبر پر تحریر ہے۔

لیجئے اپنی امانت حضرت غفرانمآب
برج مرقد میں نہاں ہے لکھنؤ کا ماہتاب

(ماخوذ از نظارہ لکھنؤ مرثیہ نمبر فروری ۱۹۷۲ء، صفحہ نمبر ۶۳۵)

